● عرب ورلڈ منسٹریز (Arab World Ministries)

مشرقِ وسطیٰ، شمالی افریقہ اور یورپ میں مقیم عرب مسلمانوں کے لیے، جن کی کل آبادی بیس کروڑ ہے، یہ تبشیری مشن کام کر رہا ہے۔ ۲۰۰۰ء کے خاتمے تک ایک سو عرب شہروں میں چرچ تشکیل دینے کے ہدف کے لیے کام کر رہا ہے۔

● لی بینزل مشن (Liebenzel Mission)

اس مشن کے ۱۲ مشنری بنگلہ دیش میں کام کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ہندو اقلیّت بھی اُن کے دائرۂ تبشیر میں شامل ہے۔ مشن کی سرگرمیاں چرچوں کی تشکیل و ترقی، مسیحی دینیاتی تعلیم کے فروغ، ڈسپنسریوں کے قیام اور نوجوانوں کی دلچسپیوں سے متعلق ہیں۔

● نیو ٹرائبز مشن (New Tribes Mission)

اِس مشن کے ۳۶۴ مشنری پانچ مسلمان ملکوں میں کام کر رہے ہیں۔ یہ مشنری اِس کی افرادی قوّت کا صرف ۱۲ فیصد ہیں۔ اس نے مسلمان ملکوں کے قبائل (جو شہری زندگی سے چنداں شناسا نہیں) کو ہدف بنایا ہے اور اِن قبائل کی زبانوں میں مسیحی لٹریچر کے ترجمے میں مصروف ہے۔ اِن قبائل کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے جن کے عقائد اسلام اور مظاہر پرستی کا ملغوبہ ہیں۔

● آپریشن موبلائزیشن (Operation Mobilization)

اِس تنظیم کی تین سو سے زائد جماعتیں مسلمانوں کے درمیان کام کر رہی ہیں۔ یورپ میں اِس کی ٹیمیں موسمِ گرما میں فعال ہوتی ہیں اور ایک یا دو سال کے لیے کام کرنے والی اِس کی ٹیمیں اکثر مسلمان ملکوں میں موجود ہیں۔

ایشیا

بنگلہ دیش: فروغِ مسیحیت کی صورتِ حال

[چند برس پہلے "انڈین مشیولاجیکل ریویو" (شیلانگ) نے بنگلہ دیش میں فروغِ مسیحیت کے بارے میں ایک مقالہ شائع کیا تھا۔ مقالہ متحرک مسیحی مبشّرین کی سوچ کا عکاس ہے۔ ذیل میں تمہید

حذف کرتے ہوئے اِس کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ مسیحی مقالہ نگار نے "اپنے" حلقے کے لیے یہ مقالہ تحریر کیا ہے اور بجا طور پر مقالہ مسیحی الٰہیات کا رنگ روپ لیے ہوئے ہے۔ اُمید ہے کہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے قارئین کے لیے چنداں بارِ خاطر نہ ہوگا۔ مدیر]

آج کے بنگلہ دیشی معاشرے اور چرچ میں جہاں بہت سی باتیں تشویش کا باعث ہیں، وہیں روشن مستقبل کے نشان موجود ہیں۔

بے پناہ بھوک، مصائب، ناانصافی، جبر اور انسانی عزت و وقار کی پامالی بنگلہ دیش میں عام ہے۔ ناخواندگی کی بلند شرح بہت سے لوگوں کے لیے ایک مصیبت اور لعنت ہے جو جبر کا ایک بڑا سبب ہے۔ ملک میں معاشی ترقی کے فوائد ایک مختصر مگر طاقتور گروہ تک محدود ہیں۔ بے روزگار اور صلاحیت سے کم معاوضہ پر کام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ بے گھر آبادی بڑھتی جا رہی ہے۔ بہت سے نوجوانوں اور بچوں کی زندگی قابلِ رحم ہے۔ خواتین کے حقوق اور احترام کے تسلیم کرنے میں بڑی کمی ہے۔ مذہب اور اخلاقی اقدار سے بے اعتنائی بڑھ رہی ہے۔ مختلف مذہبوں، نسلوں اور ثقافتوں کے حامل لوگوں کے درمیان کھچاؤ موجود ہے۔ بہت سے مواقع ہیں جہاں فروغِ مسیحیت کے راستے مسائل کا حل موجود ہے۔ مسیحیت تمام لوگوں کے لیے امن، پرہیزگاری اور خدا کی بادشاہت کی اقدار لائے گی۔

اُمید اور خدا کی بادشاہت کا ایک نشان خود غریب لوگ ہیں۔ اگرچہ دُکھوں کے مارے ہوئے ہیں، مگر اُن کے اندر طاقت اور روحانی ثروت موجود ہے۔ اُن میں قناعت، محبت، خدا پر بھروسے، مشکلات و مصائب جھیلنے کی صلاحیت، دوسروں کے ساتھ بھائیوں اور بہنوں کی طرح کام کرنے اور زندہ رہنے کی اہلیت موجود ہے۔ غیر انسانی جبر اور محتاجی کے بندھنوں سے اگر ایک بار غریب باہر آجائیں تو وہ اپنے اندرونی خصائص کو پوری قوّت اور خوبصورتی کے ساتھ سامنے لا سکتے ہیں۔

اُمید کا ایک دوسرا نشان یہ ہے کہ مختلف نسلوں اور مذہبوں کے لوگوں میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں اور بہنوں کی طرح امن و سکون سے رہنے کی خواہش بڑھ رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑی حد تک لوگ اسی طرح رہتے ہیں۔

بنگلہ دیش کے چرچ میں، ایشیا کے دوسرے ملکوں کی مانند، غریبوں کے ساتھ اظہارِ یک جہتی اور شناخت کی خواہش میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ مسیحی مذہبی رہنما اور عام لوگ روح القدس سے سرشار مشن اور اپنی زندگی کے بارے میں ذمہ دار اور پُرجوش ہوتے جا رہے ہیں، تاکہ آج کے دور میں فروغِ مسیحیت کے اہداف اور تقاضے زیادہ مؤثر طور پر پورے کیے جا سکیں۔

بنگلہ دیش میں فروغ مسیحیت کا طریقہ کار

مذکورہ بالا صورتِ حال میں بنگلہ دیش میں فروغِ مسیحیت کے لیے خصوصی طریقے اور انداز اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ مشکلات و مصائب کی عام در ناک صورت حال جو انسان کی روح اور بدن دونوں کے لیے مضر ہے، کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبت میں گرفتار تمام لوگوں کےلیے دلاسے، دردمندی اور تشفّی کا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ بنگلہ دیش میں مسیحی منّاد کو پُر محبت اور درمند ہوتے ہوئے اِس سرزمین کے لوگوں کے سامنے اُسی طرح خدا کی بادشاہت کی منادی کرنا چاہیے جیسے مسیح علیہ السلام نے پہاڑی کے وعظ میں کی ہے۔ مسیح علیہ السلام کی طرح منّاد کو مصیبت زدہ ہجوم میں مصیبت میں شریک خادم ہونا چاہیئے۔ فروغ مسیحیت کے لیے اس طرز کی مجموعی کیفیت میں باقی پہلوؤں کو سمویا جا سکتا ہے۔ فروغِ مسیحیت کے عمل میں یہ مشکل کام ہے، لیکن اِس کے ساتھ ساتھ یہ چیلنج متعدّد مواقع مہیّا کرتا ہے۔ فروغِ مسیحیت کے لیے یہ مؤثر میدان ہے۔

۲۔ ایک ایسے ملک میں جہاں آبادی کی اکثریت پرانی مذہبی اقدار اور حسّاسیت کی حامل ہے، مکالے کا طریقہ کار اختیار کیے بغیر مختلف مذاہب اور اقدار کے لوگوں کے سامنے مؤثر اور ثمرآور مسیحی پیغام پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پُر محبت مکالے کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کے دین کے مرکزی عنصر اور اقدار کو سمجھ لیتے ہیں اور اس نمایاں سطح پر ایک چیلنج پیش کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے برعکس راستہ اختیار کرتے ہوئے لوگ غیر ضروری اختلافات اور بحثوں میں الجھ جاتے ہیں، اور موجودہ صورت حال حقیقتاً یہی ہے۔ اِس لیے مکالمہ اُس مذہبی کٹّرپن، بے اعتمادی اور تنازعات پر قابو پانے کا طریقہ کار ہے جن سے ایک دوسرے کو نہ سننے کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ مکالے کے ذریعے مسیحی منّاد لوگوں کے دل و دماغ کو اُن کے اپنے اندر خداوند خدا کی آواز سننے کے قابل بنا دے گا۔

مکالمہ جتنا دو افراد کے درمیان رابطے کے لحاظ سے اہم ہے، اتنا ہی خود اہم ہے، اس سے امن اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور یہ لوگوں کو خدا کی بادشاہت کی برکتیں مہیّا کرتا ہے۔

۳۔ بنگلہ دیش میں بعض گروہ ایسے ہیں جو خدا اور اُس کی بادشاہت کی تلاش میں مسیحی عقیدہ اختیار کرنے والے ہیں۔ ان گروہوں کے سامنے انجیل زیادہ لگن اور احتیاط کے ساتھ پیش کی جانی چاہیے۔ اُن کے سامنے چرچ کا زیادہ بہتر تصوّر پیش کرنے کی ضرورت ہے یعنی چرچ محض ذاتی نجات حاصل کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس تجربے کے ذریعے ایک فرد دوسروں کی نجات کا باعث ہے جو روح و جسم کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ مسیحی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے درمیان خدا کی بادشاہت لانے کا باعث بنا جائے۔

۴۔ فروغِ مسیحیت کا عمل مسیحیاتی (Christological) ہے جو کلیسیاتی (Ecclesiological) ابعاد کی طرف جاتا ہے۔ کلمتہ اللہ کی تجسیم کسی تخصیص کے بغیر سب کے لیے تھی اور اس حالت میں "اُس" نے اپنے ارد گرد رسولوں کو جمع کیا۔ پس یہاں فروغِ مسیحیت کو مسیحیاتی اور کلیسیاتی دونوں پہلوؤں کو پورے طور پر سامنے رکھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

۵۔ فروغِ مسیحیت کے طریقہ کار کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسیحی برادری میں ایمان کی روحانیت صحیح طور پر موجود ہو۔ ایک ایسے ملک میں جہاں عوامی مذہبیت، نیز پیروں اور گروؤں کے اثرات اتنے نمایاں ہیں، دوسرے مذہبوں کے لوگ مسیحی برادری اور بالخصوص اِس کے مذہبی رہنماؤں میں بھی گیان دھیان کے تجربے کے آثار دیکھنا چاہتے ہیں۔

خیراتی اور رفاہی کام اِس قدر زیادہ ہیں کہ چرچ کی بہت سی قوتیں اِن میں صرف ہو جاتی ہیں۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ خدا کی محبت کے لیے یہ کام نہ کیے جائیں، اور نہ یہ مطلب ہے کہ ہم گیان دھیان پر اتنی توجہ دیں کہ محبت اور ہمدردی کے یہ کام چھوڑ دیں۔ ضرورت یہ فہم حاصل کرنے کی ہے کہ مسیح نے اپنی زندگی میں رفاہی کاموں اور ایمانی غور و فکر کو کس طرح جمع کیا تھا۔ ضروری امر مسیح کی زندگی کا تجسیمی پہلو ہے کہ مسیح نے کس حد تک اپنے آپ کو بنی نوع انسان اور بالخصوص غریبوں اور پریشانیوں کے شکار لوگوں کے ساتھ جوڑا، تاکہ اِس میں خداوند خدا کی موجودگی اور محبت دیکھ لے۔ ہماری ضرورت یہ ہے کہ اس تجسیمی پہلو کا اظہار ہمارے رسولی کاموں میں ہو اور یہ کام صرف چرچ کی خاطر انجام دینے کی روح میں کمی نہ آئے۔ ہمیں "غریب لوگوں میں انتہائی غریبوں" کے پاس جانا ہے اور فاصلہ رکھ کر محبت و ہمدردی کا یہ کام نہیں کرنا ہے بلکہ اُن کے ساتھ رہ کر اور اِن ہی کی طرح رہ کر خدمت انجام دینا ہے۔ عہد حاضر میں ہر شخص کی یہ خواہش ہے۔ اِس سے ہماری منادی میں "گیان دھیان"/ روحانیت والا پہلو پیدا ہو گا اور فروغِ مسیحیت کا بڑا ترغیبی ذریعہ ہو گا۔

فروغِ مسیحیت کی اثر پذیری

بنگلہ دیش میں بعض چھوٹے چھوٹے گروہ ہیں جو سماجی، ثقافتی یا مذہبی طور پر زیادہ نمایاں نہیں، اِن میں انجیل اور چرچ کے لیے کشش ہے۔ چرچ کا فرض ہے کہ اُن کے سامنے مسیحی عقیدے کو بطور متبادل پیش کرے اس میدان میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ چرچ کی پوری کوشش ہونا چاہیے کہ اُس کے نئے ارکان حقیقتاً مسیحی ہوں اور اُن کے دل دوسروں کے لیے کھلے ہوں۔ ماضی کی نسبت نئے مسیحیوں کی تیاری زیادہ بھرپور طریقے سے ہونی چاہیے۔

اگرچہ ایشیا کے بہت سے دوسرے ملکوں کی طرح بنگلہ دیش میں چرچ عددی طور پر بہت چھوٹا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ مستقبل میں کئی برسوں تک اِسی حالت میں رہے گا، تاہم ہمارا ایمان ہے کہ

خداوند خدا اپنے بیٹے مسیح کی انجیل سننے کے لیے بہت سے ذہن تیار کر رہا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ وہ تاریخی رکاوٹیں اور تعصبات دور کریں جو بیسیوں ذہنوں کو مسیحی پیغام سننے سے روکتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے کہ بہت سے لوگ انجیل کا حیات افزاء پیغام سننا چاہتے ہیں لیکن چرچ سے اس لیے خوف زدہ ہیں کہ یہ اُن کے مذہب اور ثقافت کو جو اُنہیں بہت عزیز ہیں، تباہ کر دے گا۔ اس غیر واضح صورت حال میں بہت ہی صابرانہ اور مشفقانہ روّیے کی ضرورت ہے۔ محض بیج ڈال دینا غیر مؤثر ہوگا، اگر زمین صحیح طور پر تیار نہ کی گئی۔

بنگلہ دیش کی گھمبیر غربت اور جبر کی حالت میں بڑی تعداد میں لوگوں کے دل "خدا کی بادشاہت" کی اقدار کے لیے کُھلے ہوئے ہیں جو مسیحائی اور امن کے لیے بے تاب ہیں۔ اب بنگلہ دیش میں چرچ کو اس انداز کی تبشیر کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ زیادہ صحیح بات تو یہ ہے کہ دُنیا میں ہر جگہ چرچ کے لیے فروغِ مسیحیت کا یہی نقطۂ پرواز ہے۔

بنگلہ دیش: کیتھولک برادری کے بارے میں کچھ اعداد و شمار

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب وطنِ عزیز کے سابق مشرقی بازو نے اپنوں کی پے در پے غلطیوں اور غیروں کی سازشوں کے نتیجے میں بنگلہ دیش کی شکل اختیار کی تو اس خطّے میں برصغیر کے دوسرے خطّوں کی طرح مسیحی آبادی موجود تھی۔ بنگلہ دیش کی ۸۷ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور ملک کی معاشرتی و ثقافتی زندگی پر اسلام کی چھاپ ہے۔ ۱۳ فیصد غیر مسلم آبادی میں ہندو سب سے بڑی اقلیّت ہیں۔ (کل آبادی کا تقریباً ۱۲ فیصد) باقی ماندہ ایک فیصد آبادی میں ۶ء فیصد بدھ مت کے پیروکار ہیں اور ۳ء فیصدی مسیحی ہیں۔ کل مسیحی آبادی اندازاً تین لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اور اس میں سے دو تہائی کیتھولک چرچ سے تعلق رکھتے ہیں۔

بنگلہ دیش میں کیتھولک برادری اگرچہ بہت چھوٹی ہے مگر نہایت فعّال ہے۔ بنگلہ دیش کی آزادی کے فوراً بعد مارچ ۱۹۷۲ء میں پوپ پال ششم نے دو رکنی وفد ڈھاکہ بھیجا تھا۔ بنگلہ دیش کی حکومت نے یک جہتی کے اس اظہار اور پاکستان سے سخت تناؤ کی حالت میں ویٹیکن کے ساتھ سفارتی تعلقات استوار کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، چنانچہ ویٹیکن نے ستمبر ۱۹۷۲ء میں سفارتی تعلقات قائم کرنے کا اعلان کیا اور ۲ فروری ۱۹۷۳ء کو پاپائی نمائندے کا ڈھاکہ میں تقرر ہوگیا۔ ان دنوں عزت مآب ایڈریئو برنارڈینی پاپائی نمائندے ہیں جو اس تقرّر سے پہلے پاکستان، انگولا، جاپان، اسپین اور تائیوان میں ویٹیکن کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

"دی کیتھولک بشپس کانفرنس آف بنگلہ دیش" کی جانب سے کیتھولک ڈائریکٹری شائع کی جاتی